© rasailojaraid.com

اختلاف امت : اسباب اور حل

مفتی محمد شفیعؒ

ہمارے معاشرہ میں مذہب کے نام پر ایک اختلاف وہ بھی ہے جو بدعت و سنت کے عنوان سے پیدا ہوا ہے ۔اس قسم کے اختلافات بلاشبہ وہ تفرق و افتراق ہیں ' جن سے قرآن و سنت میں مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے ۔ان کے ختم یا کم کرنے کی کوشش بلاشبہ مفید ہے ۔ قرآن کریم نے اس کا بھی ایک خاص طریق بتایا ہے جس کے ذریعہ تفرق کی خلیج کم ہوتی چلی جائے ' بڑھنے نہ پائے ۔یہ وہی اصول دعوت الی الخیر ہیں ' جن میں سب سے پہلے حکمت وتدبر ' پھر خیر خواہی و ہمدردی اور نرمی کے قابل قبول عنوان سے قرآن کریم کے صحیح مفہوم کی طرف بلاتا ہے ' اور آخر میں مجادلہ باللتی ھی احسن یعنی حجت و دلیل کے ساتھ افہام و تفہیم کی کوشش ہے ۔مگر افسوس کہ آج کل عام اہل علم اور مصلحین نے ان اصولوں کو نظر انداز کر دیا ۔وہ صرف جدال میں ' اور وہ بھی غیر مشروط انداز سے مشغول ہو گئے ۔یہاں تک کہ اپنے حریف کا استہزا اور تمسخر اور اس کو زیر کرنے کے لیے جھوٹے ' سچے ' جائز و ناجائز حربے استعمال کرنا اختیار کر لیا ۔اس کے نتیجہ میں جنگ و جدال کا بازار تو گرم ہو گیا 'مگر اصلاح خلق کا کوئی پہلو نہ نکلا ۔

افتراق امت کے تین اسباب

مسلمانوں کے طبقات اہل دین و اصلاح اور دینی خدمات انجام دینے والوں کے مابین جو تفرقہ آج پایا جاتا ہے وہ عموماً درج بالا حقائق کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے ۔اب میں ان اسباب و عوامل کو پیش کرتا ہوں جو میرے غور و فکر کی حد تک مسلمانوں کی باہمی آویزش اور جدال کا سبب بنے ہوئے ہیں ۔افسوس اس کا ہے کہ اس کو خدمت دین سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے ۔

۱ ۔ غلو

اس جنگ و جدل کا ایک بہت بڑا سبب فروعی اور اجتہادی مسائل میں تحزب و تعصب ' اور اپنی اختیار کردہ راہ عمل کے خلاف کو عملاً باطل اور گناہ قرار دینا ' اور اس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ہے ' جو اہل باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہیے تھا ۔اس پر تمام امت کا اتفاق بھی ہے '

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور عقلاً اس کے سوا کوئی صورت بھی دین پر عمل کرنے کی نہیں ہے' کہ جو لوگ خود درجہ اجتہاد کا نہیں رکھتے وہ اجتہادی مسائل میں کسی امام مجتہد کا اتباع کریں' اور وہ قدرتی طور پر ایک جماعت بن جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مجتہد کا اتباع کرنے والے ایک دوسری جماعت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر جماعت بندی مثبت انداز میں صرف اجتہادی مسائل کی حد تک یعنی تعلیمی اور عملی آسانیوں کے لیے ہو' تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے' نہ کوئی تفرقہ اور نہ ملت کے لیے کوئی مضرت۔

مضرت رساں اور تباہ کن ایک تو اس کا یہ منفی پہلو ہے کہ اپنی رائے سے اختلاف رکھنے والوں کے ساتھ جنگ و جدال اور دوسرے ان فروعی مسائل کی بحثوں میں غلو کہ سارا علم و تحقیق کا زور اور بحث و تمحیص کی طاقت اور عمر کے اوقات عزیز انھی بحثوں کی نذر ہو جائیں۔ اسی طرح نہ ان مسائل میں اختلاف رکھنے والوں پر نکیر کرنا درست ہے' نہ ان کو خطاکار مجرم ٹھیرانا صحیح ہے۔ اس وقت ہماری قوم کا برگزیدہ ترین طبقہ علما و فقہا کا' خصوصاً جو تعلیم و تصنیف میں مشغول ہیں' ان کی شبانہ روز مشغولیت کا جائزہ لیا جائے تو بیشتر حضرات کی علمی تحقیقات اور سعی و عمل کی ساری توانائی انھی فروعی بحثوں میں محدود نظر آئے گی۔

لمحہ فکریہ

ان میں بعض حضرات کا غلو تو یہاں تک بڑھا ہوا ہے' کہ اپنے سے مختلف رائے رکھنے والوں کی نماز کو فاسد اور ان کو تارک قرآن سمجھ کر اپنے مخصوص مسلک کی اس طرح دعوت دیتے ہیں' جیسے کسی منکر اسلام کو اسلام کی دعوت دی جارہی ہو اور اسی کو دین کی سب سے بڑی خدمت سمجھے ہوئے ہیں۔

معلوم نہیں کہ یہ حضرات اسلام کی بنیادوں پر چاروں طرف سے حملہ آور طوفانوں سے باخبر نہیں' یا جان بوجھ کر اغماض برتتے ہیں۔ اس وقت ایک طرف تو کھلے ہوئے کفر' عیسائیت اور کمیونزم [سیکولرازم] نے پورے اسلامی ممالک اور اسلامی حلقوں پر گھیرا ڈالا ہوا ہے اور یہ کفر طوفانی رفتار کے ساتھ اسلامی ممالک میں پھیل رہے ہیں۔ نوجوانوں کو بہ کثرت نئی تعلیم اور نئی معاشرت نے' دینی تعلیم اور اسلامی اصول سے اتنا دور پھینک دیا ہے کہ وہ مادی علوم و فنون کے ماہر کہلانے کے باوجود مذہب اور دین کی ابتدائی معلومات سے بھی محروم کر دیے گئے ہیں۔ کھلے اور چھپے کفر کی ان ساری اقسام سے بھی اگر کچھ خوش نصیب مسلمان بچ جائیں تو فحاشی' عریانی' رقص و سرود کی محفلوں اور گھر گھر ریڈیو [موثر جدید ذرائع ابلاغ] کے ذریعہ فلمی گانوں اور سینماؤں کی زہریلی فضاؤں سے کون ہے جو بچ نکلے۔

دوسری طرف' ہمارے بازار جھوٹ' فریب' سود' قمار سے بھرے ہوئے ہیں' اور ان کے چلانے والے کوئی یہودی نہیں ہندو بھی نہیں [بلکہ] اسلام کے نام لیوا ہیں ... ہمارے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرکاری محکمے رشوت 'ظلم و جور' کام چوری' بے رحمی اور سخت دلی کی تربیت گاہیں بنے ہوئے ہیں اور ان کے کارفرما' نہ انگریز ہیں' نہ ہندو' نہ یہودی [بلکہ] محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لینے والے' روز آخر پر ایمان کا دعویٰ رکھنے والے [مسلمان] ہیں۔

ان حالات میں کیا ہم پر یہ واجب نہیں کہ ہم سوچیں کہ اس وقت ہمارے آقا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ اور توقع اہل علم سے کیا ہوگی؟ اگر محشر میں آپؐ نے ہم سے سوال کر لیا کہ میرے دین اور شریعت پر اس طرح کے حملے ہو رہے تھے' میری امت اس بدحالی میں مبتلا تھی' تم وراثت نبوت کے دعویدار کہاں تھے؟ تم نے اس وراثت کا کیا حق ادا کیا؟ تو کیا ہمارا یہ جواب کافی ہو جائے گا کہ ہم نے رفع یدین کے مسئلہ پر ایک کتاب لکھی تھی یا کچھ طلبہ کو شرح جامی کی بحث حاصل و محصول خوب سمجھائی تھی' یا حدیث میں آنے والے اجتہادی مسائل پر بڑی دلچسپ تقریریں کی تھیں' یا صحافیانہ زورِ قلم اور فقرہ بازی کے ذریعے دوسرے علما و فضلا کو خوب ذلیل کیا تھا۔

فروعی اور اجتہادی مسائل میں بحث و تمحیص کوئی مذموم چیز نہیں' اگر وہ اپنی حد کے اندر' اور اخلاص سے اللہ کے لیے ہو' لیکن ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام و ایمان کی بنیادیں متزلزل کر دینے والے فتنوں کی خبر ہم سنتے ہیں۔ اللہ و رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی بلکہ استہزا و تمسخر اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور کانوں سے سنتے ہیں' مگر ہمارے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ تو اس کی کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ فروعی بحثیں ہم اخلاص [واقعی] کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے کر رہے ہیں۔ اگر ان میں کچھ للہیت اور اخلاص ہوتا' تو ہم ان حالات کے تحت اسلام اور دین کے تقاضوں کو پہچانتے اور فروع سے زیادہ اصول اسلام کی حفاظت میں لگے ہوتے۔ ہم نے اسلام کے اصولی اور بنیادی مسائل اور ایمان کی سرحدوں کو دشمنوں کی یلغار کے لیے خالی چھوڑ دیا ہے۔ لڑنا کس محاذ پر چاہیے تھا اور ہم نے طاقت کس محاذ پر لگا دی؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔ یہ تو تحزب و تعصب کے غلو کا نتیجہ ہے۔

اسی کے ساتھ دوسری بھاری غلطی ان اجتہادی مسائل میں اختلاف کے حدود کو توڑ کر تفرق و تشتت' اور جنگ و جدل اور ایک دوسرے کے ساتھ تمسخر و استہزا تک پہنچ جانا ہے' جو کسی شریعت و ملت میں روا نہیں۔ افسوس ہے کہ یہ سب کچھ خدمت علم و دین کے نام پر کیا جاتا ہے۔ جب یہ معاملہ ان علما کے متبعین عوام تک پہنچتا ہے تو وہ اس لڑائی کو ایک "جہاد" قرار دے کر لڑتے ہیں' اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کا جہاد خود اپنے ہی دست و بازو سے ہونے لگے' اس کو کسی غنیم کی مدافعت اور کفر و الحاد کے ساتھ جنگ کی فرصت کہاں!

قرآن و حدیث میں اسی تجاوز عن الحدود کا نام تفرق ہے' جو جائز اختلاف رائے سے الگ ایک چیز ہے۔ قرآن میں ایک جگہ ارشاد ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا' دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف سے ایک وصیت کا ذکر ہے جو تمام انبیا سابقین کو کی گئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَاتَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ- امام ابو العالیہؒ نے فرمایا کہ "اقامت دین سے مراد اخلاص ہے اور لَاتَتَفَرَّقُوْا کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں عداوت نہ کرو، بھائی بھائی بن کر رہو"۔

اس وصیت کے بعد قرآن میں بنی اسرائیل کے تفرق کا بیان کر کے اہل اسلام کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ ان کے طریقہ پر نہ جائیں۔ اس میں ارشاد ہے: وَمَاتَفَرَّقُوْا اِلَّامِنْ بَعْدِمَاجَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًابَیْنَهُمْ- ابو العالیہؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ "لفظ بَغْیًابَیْنَهُمْ میں ارشاد ہے کہ ایسے اختلاف کا عداوت اور جنگ و جدل تک پہنچنا کبھی دین کے سبب سے نہیں ہوتا، بلکہ یہ عداوت، جب بھی غور کرو، اس دنیا، حب مال یا حب جاہ کے سبب ہوتی ہے، جس کو نفس و شیطان خدمت دین کا عنوان دے کر مزین کر دیتا ہے (جامع العلم، ج ۲، ص ۸۴)۔ جس طرح دنیا میں انسان جب بیمار ہوتا ہے [تو وہ] اپنے معالجہ کے لیے کسی ایک حکیم یا ڈاکٹر کا انتخاب کر کے صرف اسی کے قول پر بھروسہ کرتا ہے مگر دوسرے ڈاکٹروں کو برا بھلا کہتا نہیں پھرتا ایک مقدمہ آپ کسی ایک شخص کو وکیل بنا کر اپنا مقدمہ اس کے سپرد کر دیتے ہیں، مگر دوسرے وکلا سے لڑتے نہیں پھرتے، اجتہادی مختلف فیہ مسائل میں بھی ٹھیک یہی آپ کا طرز عمل ہونا چاہیے۔

۲ - جماعتوں کا غلو

ہماری دینی جماعتیں، جو تعلیم دین، یا ارشاد و تلقین، یا دعوت و تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کے لیے قائم ہیں، اپنی اپنی جگہ مفید خدمات بھی انجام دے رہی ہیں۔ ان میں بہت سے علما و صلحا اور مخلصین کام کر رہے ہیں۔ اگر یہی متحد ہو کر تقسیم کار کے ذریعہ دین میں پیدا ہونے والے تمام رخنوں کے انسداد کی فکر اور امکانی حد تک باہم تعاون کرنے لگیں، اور اقامت دین کے مشترک مقصد کی خاطر ہر جماعت دوسری کو اپنا دست و بازو سمجھے اور دوسروں کے کام کی ایسی ہی قدر کرے جیسی اپنے کام کی کرتے ہیں، تو یہ مختلف جماعتیں اپنے اپنے نظام میں الگ رہتے ہوئے بھی اسلام کی ایک عظیم الشان طاقت بن سکتی ہیں اور تقسیم عمل کے ذریعہ اکثر دینی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہیں۔ مگر عموماً یہ ہو رہا ہے کہ ہر جماعت نے جو اپنے سعی و عمل کا ایک دائرہ اور نظام عمل بنایا ہے، عملی طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدمت دین کو اسی میں منحصر سمجھ رہے ہیں۔ گو زبان سے نہ کہیں، دوسری جماعتوں سے اگر جنگ و جدل بھی نہیں تو بے قدری ضرور دیکھی جاتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں ان جماعتوں میں بھی ایک قسم کا تشتت پایا جاتا ہے۔

غور کرنے سے اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقصد سب کا اگرچہ دین کی اشاعت، حفاظت اور مسلمانوں کی علمی، عملی، اخلاقی اصلاح ہی ہے، اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے کسی نے ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محاذ سنبھالا' کسی نے دوسرا۔ ان مختلف محاذوں پر ہر جماعت نے بجا طور پر اپنے اپنے مذاق اور ماحول کے مطابق ایک نظام عمل اور اس کے اصول و قواعد بنا رکھے ہیں اور ہر جماعت ان کی پابند ہے۔ ظاہر ہے کہ اصل مقصد تو منصوص اور قطعی اور قرآن و سنت سے ثابت ہے' اس سے انحراف کرنا قرآن و سنت کی حدود سے نکلنا ہے' لیکن ان کا اپنا بنایا ہوا نظام عمل اور اس کے تنظیمی اصول و قواعد نہ منصوص ہیں' نہ ان کا اتباع ازروئے شرع ہر ایک کے لیے ضروری ہے' بلکہ جماعت کے ذمہ داروں نے سہولت عمل کے لیے ان کو اختیار کر لیا ہے۔ ان میں حسب ضرورت تبدیلیاں وہ خود بھی کرتے رہتے ہیں اور حالات اور ماحول بدلنے پر اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا نظام عمل بنا لینا بھی کسی کے نزدیک ناجائز یا مکروہ نہیں ہوتا۔ مگر [دوسری جانب] اس میں عملی غلو تقریباً ہر جماعت میں یہ پایا جاتا ہے کہ اپنے مجوزہ نظام عمل کو مقصد منصوص کا درجہ دے دیا گیا۔ جو شخص اس نظام عمل میں شریک نہیں' اگرچہ اسی مقصد کے لیے وہ کتنا ہی عظیم کام [کیوں نہ] کر رہا ہو' اس کو اپنا بھائی' اپنا شریک کار نہیں سمجھا جاتا۔ اور اگر کوئی شخص اس نظام عمل میں شریک تھا' پھر کسی وجہ سے اس میں شریک نہ رہا' تو عملاً اسے اصل مقصد اور دین سے منحرف سمجھ لیا جاتا ہے' اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو دین سے انحراف کرنے والوں کے ساتھ ہونا چاہیے' اگرچہ وہ اصل مقصد یعنی اقامت دین کی خدمت پہلے سے بھی زیادہ کرنے لگے۔ اس غلو کے نتیجے میں وہی تعصب اور گروہ بندی کی آفتیں اچھے خاصے دین دار لوگوں میں پیدا ہو جاتی ہیں' جو جاہلی عصبیتوں میں مبتلا لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔

۴ - پیغمبرانہ حکمت دعوت سے پہلوتہی

تبلیغ و دعوت اور اصلاحی کوششوں کو بے کار کرنے اور تفرقہ اور جنگ و جدل کی خلیج کو وسیع کرنے میں سب سے زیادہ دخل اس کو ہے' کہ آج کل کے اہل زبان اور اہل قلم علما نے عموماً دعوت و اصلاح کے پیغمبرانہ طریقوں کو نظرانداز کر کے صحافیانہ زبان اور فقرے چست کرنے ہی کو بات میں وزن پیدا کرنے اور موثر بنانے کا ذریعہ سمجھ لیا ہے۔ تجربے و مشاہدے سے واضح ہے کہ یہ ایک ایسا منحوس طریقہ ہے کہ اس سے خطاکار یا گم راہ کی اصلاح کی کبھی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ یہ طریق کار ان کو ضد اور ہٹ دھرمی پر اور زیادہ مضبوط کر دیتا ہے' اصلاح کے بجائے دلوں میں دشمنی کے بیج بوتا ہے اور عداوت کی آگ بھڑکاتا ہے۔

ہاں' اپنے ہوا خواہوں اور معتقدین کے لیے کچھ دیر کا سامان تفریح ضرور ہو جاتا ہے اور ان کی داد سخن دینے سے لکھنے والے بھی کچھ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم نے دین کی بڑی اچھی خدمت کی ہے۔ لیکن جو لوگ اس مضمون کے مخاطب ہوتے ہیں ذرا ان کے دلوں سے پوچھیے! اگر کسی وقت ان کو اس بات کے حق ہونے کا یقین بھی ہو جائے تو کیا یہ فقرہ بازی اور تمسخر و استہزا کا طریق اس کو حق کی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنے سے مانع نہیں بن جاتا؟ اور انھیں ہمیشہ کے لیے اس داعی کا دشمن نہیں بنا دیتا ہے؟

پیغمبرانہ دعوت کے چار عناصر

اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور پیغمبروں کی دعوت کا طریقہ ملاحظہ فرمایا جائے تو اس کے الفاظ سادہ مگر عام انسانی ہمدردی سے لبریز اور نرم ہوتے ہیں' وہ مخالفین کی سخت ترین بدکلامی سن کر بھی جواب سادہ اور نرم دیتے ہیں' فقرے نہیں کستے' دل میں ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے کہ کسی طرح یہ حق بات کو قبول کرلے۔ اس کے لیے حکمت کے ساتھ تدبیریں بھی کرتے ہیں۔

پیغمبرانہ دعوت کی روح قرآن کے ایک لفظ نذیر سے سمجھی جا سکتی ہے جو ہر پیغمبر کے لیے قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم میں جابجا ان کو بشیر و نذیر کہا گیا ہے۔ لفظ نذیر کا ترجمہ اردو میں ڈرانے والے کا کیا جاتا ہے مگر ڈرانے کا لفظ نذیر کا پورا مفہوم ادا نہیں کرتا۔ اردو زبان کی تنگی کی وجہ سے اس ترجمہ کو اختیار کرلیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈرانے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں [مثال کے طور پر] چور' ڈاکو کا بھی ڈراتا ہے۔ درندے اور دشمن کا بھی ڈراتا ہے اور ایک شفیق باپ بھی اپنے بچے کو بچھو' سانپ' زہر اور آگ سے ڈراتا ہے۔ پہلی قسم نری تخویف ہے۔ دوسری قسم مہربان باپ کی طرف سے ہے۔ تکلیف دہ چیزوں سے ڈرانے والے کو نذیر کہا جاتا ہے۔ انبیا علیہم السلام کے لیے نذیر کا لفظ استعمال فرما کر ان کی تبلیغ و تعلیم کی روح کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ وہ صرف کوئی پیغام ہی نہیں پہنچاتے' بلکہ حکمت اور ہمدردی اور خیر خواہی سے اس پیغام کو موثر بنانے اور مخاطب کو ہلاکت سے بچانے کی پوری تدبیر اور کوشش بھی کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں پیغمبرانہ دعوت کے جو اصول ایک آیت میں بیان کیے گئے ہیں' وہ گویا اس لفظ نذیر کی شرح ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ اس میں دعوت الی اللہ کے آداب میں سب سے پہلے بِالْحِکْمَۃ کو رکھا گیا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ داعی کا کام صرف ایک پیغام و کلام کو لوگوں کے کانوں میں ڈال دینا نہیں' بلکہ حکمت و تدبیر سے' مناسب وقت' مناسب ماحول دیکھ کر ایسے عنوان سے پہنچانا ہے کہ مخاطب کے لیے قبول کرنا آسان ہو جائے۔

دوسری چیز موعظۃ ہے' جس کے معنی ہمدردی و خیر خواہی کے ساتھ نیک کام کی طرف بلانے کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ داعی کے لیے ضروری ہے کہ جو کلام کرے' ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبہ سے کرے۔

تیسری چیز موعظۃ کے ساتھ حسنۃ کی قید ہے اور اس میں اشارہ عنوان کو نرم اور دل نشیں بنانا ہے' کیونکہ بعض اوقات خالص ہمدردی اور خیر خواہی سے کسی کو اس کی بھلائی کی طرف بلایا جاتا ہے'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر عنوان اور لب و لہجہ دلخراش ہوتا ہے' تو وہ دعوت بھی موثر نہیں ہوتی اس لیے موعظۃ کے ساتھ حسنۃ کی قید لگا دی۔

ایک چوتھی چیز یہ بتلائی [گئی ہے] کہ اگر دعوت کو ان آداب کے ساتھ پیش کرنے پر بھی قبول نہ کیا جائے اور نوبت مجادلہ ہی کی آجائے تو پھر عامیانہ انداز کا مجادلہ نہیں ہونا چاہیے' بلکہ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَن یعنی اچھے طریقے پر ہونا چاہیے۔ ابن کثیرؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: مجادلہ بھی نرمی' خیر خواہی اور حسن خطاب کے ساتھ ہونا چاہیے۔ تفسیر مظہری میں فرمایا کہ مجادلہ بالتی ھی احسن یہ ہے' کہ اس میں اپنا غصہ اتارنا یا اپنے نفس کی بڑائی پیش نظر نہ ہو' [بلکہ] خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کلمہ حق کو بلند کرنے کے لیے ہو' اور مجادلہ بالتی ھی احسن صرف مسلمانوں کے لیے نہیں' بلکہ [جب] غیر مسلموں سے مجادلہ کی نوبت آئے تو اس میں بھی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اسی کی ہدایت کی گئی ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ یعنی کفار اہل کتاب سے مجادلہ کی نوبت آئے تو وہ بھی بالتی ھی احسن یعنی نرمی' خیر خواہی اور حسن خطاب کے ساتھ ہونا چاہیے۔

انبیا علیہم السلام کا اسوہ حسنہ

انبیا علیہم السلام کے دعوت و اصلاح کے واقعات جو قرآن و حدیث میں بے شمار آئے ہوئے ہیں' ان میں سے ایک ایک کو دیکھیے تو پوری عمر کی کوششوں کو اسی انداز پر پائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام سو پچاس نہیں' بلکہ نو سو برس تک جس قوم کو دعوت دیتے رہے' ہمدردی اور خیر خواہی سے سمجھاتے رہے۔ اس کے باوجود جب ان کی قوم نے سختی اور بے تہذیبی کا معاملہ کیا' ان کو بے وقوف بتایا تو آپ کو معلوم ہے کہ اس رسول نے کیا جواب دیا: یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاھَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ میرے بھائیو' مجھ میں کوئی بے وقوفی نہیں' بلکہ میں رب العالمین کی طرف سے رسول بنا کر تمھاری بھلائی کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

سرور کائنات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کے واقعات اسی طرز کے شاہد ہیں۔ ہر طرح کی ایذائیں سہنے کے بعد بھی ظالموں سے انتقام لینے کا تو ذکر ہی کیا ہے' ان کے لیے بھی دعائے خیر کی جاتی: اھد قومی انھم لایعلمون۔

جن علما کو وراثت انبیا کا کچھ حصہ ملا ہے ان سب کا بھی دعوت و تبلیغ میں یہی حال رہا ہے۔ آخری دور میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کا واقعہ ہے کہ وہ دہلی جامع مسجد سے وعظ کر کے باہر آرہے تھے۔ مسجد کی سیڑھیوں پر چند غنڈوں نے راستہ روکا اور کہا: ہم نے سنا ہے کہ آپ حرامی ہیں۔ شاہ صاحب نے نہایت طمانیت سے فرمایا: بھائی' آپ کو غلط خبر ملی ہے' میری والدہ کے نکاح کے گواہ اب تک زندہ موجود ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ ان کا مقصد صرف گالی دینا اور ایذا پہنچانا ہے' مگر وارث انبیا کا جو کام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونا چاہیے وہ کیا۔

طریقِ نبوت اور ہم

حقیقت یہ ہے کہ دعوت و اصلاح کا کام انبیا یا ان کے وارث ہی کر سکتے ہیں، جو قدم قدم پر اپنا خون پیتے ہیں اور دشمن کی خیرخواہی اور ہمدردی میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی رفتار و گفتار میں کسی مخالف پر طعن و تشنیع کا شائبہ نہیں ہوتا۔ وہ مخالف کے جواب میں فقرے چست کرنے کی فکر نہیں کرتے، وہ ان پر الزام تراشی کا پہلو اختیار نہیں کرتے۔ اسی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ چند روز کی مخالفتوں کے بعد بڑے بڑے سرکشوں کو ان کے سامنے جھکنا پڑتا ہے، ان کی بات کو ماننا پڑتا ہے۔ آج افسوس یہ ہے کہ ہم اسوۂ انبیا سے اتنی دور جا پڑے کہ ہمارے کلام و تحریر میں ان کی کسی بات کا رنگ نہ رہا۔

آج کل کے مبلغ کا کمال یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ مخالف پر طرح طرح کے الزام لگا کر اس کو رسوا کرے، اور فقرے ایسے چست کرے کہ سننے والا دل کو پکڑ کر رہ جائے، اسی کا نام آج کی زبان میں زبان دانی اور اردو ادب ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

اللہ تعالیٰ تو اپنے انبیا کو جب مقام دعوت پر کھڑا کرتے ہیں تو موسیٰ و ہارون علیہما السلام جیسے اولوالعزم پیغمبروں کو فرعون جیسے سرکش کافر کی طرف بھیجنے کے وقت یہ ہدایت نامہ دے کر بھیجتے ہیں: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى (فرعون سے بات نرم کرو، شاید وہ راستہ پر آجائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے)

آج ہمارے علما اور مصلحین و مبلغین میں کوئی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے زیادہ ہادی اور رہبر نہیں ہو سکتا، اور ان کے مخاطب فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں ہو سکتے تو ان کے لیے کیسے روا ہو گیا کہ جس سے ان کا کسی رائے میں اختلاف ہو جائے تو اس کی پگڑی اچھالیں اور ٹانگ کھینچنے کی فکر میں لگ جائیں اور استہزا و تمسخر کے ساتھ اس پر فقرے چست کریں۔ پھر دل میں خوش ہوں کہ ہم نے دین کی بڑی خدمت انجام دی ہے اور لوگوں سے اس کے متوقع رہیں کہ ہماری خدمات کو سراہیں اور قبول کریں۔

میری نظر میں اس وقت یہ تین اسباب ہیں جو مسلمانوں کا شیرازہ بندھنے نہیں دیتے۔ ہر اجتماع کے نتیجہ میں افتراق اور ہر تنظیم کے نتیجہ میں تفریق، ہر اصلاح کے نتیجہ میں فساد اور ہر دعوت کے نتیجہ میں نفرت ہمارے سامنے آتی ہے۔ کاش، ہم مل کر سوچیں، اور دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کریں۔ کیونکہ اصل مرض یہی ہے کہ حب مال و جاہ، حسد و بغض کی نجاستوں سے اپنے قلوب پاک نہیں۔ ہمیں اس پر بڑا ناز ہے کہ ہم چوری، رشوت، سود، شراب، رقص و سرود اور سینما سے پرہیز کرتے ہیں اور نماز روزے کے پابند ہیں۔ لیکن خطرہ یہ ہے کہ ہماری نماز، روزہ کی پابندی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور سود، شراب، رقص و سرور سے پرہیز، کہیں ایسا تو نہیں کہ صرف اپنی مولوی گری کے پیشہ کی خاطر ہو؟ کیونکہ اس پیشہ میں ان چیزوں کی کھپت نہیں۔ ورنہ اگر ہم ان چیزوں سے خالص خوف خدا کی بنا پر بچتے ہوتے تو حُبِ مال و جاہ، حسد و بغض، کبر و ریا سے بھی بچتے ہوتے، کیونکہ ان کی نجاست کچھ سود و شراب سے کم نہیں، مگر [چونکہ] یہ باطنی گناہ ہمارے جبے اور عمامے کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں، اس لیے ان کی پروا نہیں ہوتی۔ یہی وہ چیزیں ہیں، جو دراصل سارے تفرقوں کی بنیاد ہیں۔

علماے کرام سے گذارش

اہل نظر و فکر سے یہ بات مخفی نہیں کہ اس وقت دنیا کے ہر خطہ اور ہر ملک میں مسلمان جن مصائب اور آفات میں مبتلا ہیں، ان کا سب سے بڑا آپس کا تفرقہ اور خانہ جنگی ہے۔ ورنہ عددی اکثریت اور مادی اسباب کے اعتبار سے پوری تاریخ اسلام میں کسی وقت بھی مسلمانوں کو اتنی عظیم طاقت حاصل نہیں تھی، جتنی آج ہے۔

اس تفرقہ کے اسباب پر جب غور کیا جاتا ہے تو اس کا سبب خدا اور آخرت سے غفلت اور دوسری قوموں کی طرح صرف دنیا کی چند روزہ مال و دولت اور عزت و جاہ کی ہوس بے لگام ہے۔ یہ ہمارے معاشرے میں کبھی سیاسی اقتدار کے لیے کش مکش، تجارتی اور صنعتی ریس، عہدوں اور منصبوں کی خاطر باہمی تصادم کی صورت میں ہمارے معاشرے کو پارہ پارہ کرتی ہے۔ کبھی یہ مذہبی اور دینی نظریات کی آڑ اور مختلف نظاموں کے روپ میں ہمیں ایک دوسرے کے خلاف اہانت و استہزا پر اکسا کر ہماری بربادی و تفرقہ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ وگرنہ اجتہادی نظریات کے باہمی اختلاف کے باوجود صحابہؓ و تابعینؒ کی طرح ہماری جنگ کا رخ صرف کفر و الحاد اور بے دینی کی طرف ہو جائے اور اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی مختلف جماعتیں ایک صف اور ایک بنیان مرصوص نظر آئیں۔

سیاسی اور اقتصادی میدان اور اعزاز و منصب کی دوڑ میں بے اعتدالیوں کی روک تھام تو سردست ہمارے بس میں نہیں۔ لیکن خود دین و مذہب کے لیے کام کرنے والی جماعتوں کے نظریاتی اختلافات، اشتراک مقصد کی خاطر معتدل کیے جا سکتے ہیں۔ اگر ہم "اسلام کے بنیادی اصول کی حفاظت اور الحاد بے دینی کے سیلاب کی مدافعت" کے اہم مقصد کو صحیح معنی میں ~~اصلی مقصد~~ سمجھ لیں، تو یہ نکتہ وحدت ہے کہ جس پر مسلمانوں کے سارے فرقے، ساری جماعتیں جمع ہو کر کام کر سکتی ہیں اور اسی وقت اس سیلاب کے مقابلہ میں کوئی موثر کام انجام پا سکتا ہے۔

لیکن حالات کا جائزہ یہ بتاتا ہے کہ یہ اصلی مقصد ہی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے، اس لیے ہماری ساری توانائی اور علم و تحقیق کا زور آپس کے اختلافی مسائل پر صرف ہوتا ہے۔ وہی ہمارے وعظوں، جلسوں، رسالوں اور اخباروں کا موضوع بحث بنتے ہیں۔ ہمارے اس عمل سے عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ دین اسلام صرف ان دو چیزوں کا نام ہے۔ جس رخ کو انھوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختیار کر لیا ہے، اس کے خلاف کو گمراہی اور اسلام دشمنی سے تعبیر کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ہماری وہ طاقت جو کفر و الحاد اور بے دینی اور معاشرہ میں بڑھتی ہوئی بے حیائی کے مقابلہ پر خرچ ہوتی آپس کی جنگ و جدل میں خرچ ہونے لگتی ہے۔

اسلام و ایمان ہمیں جس محاذ پر لڑنے اور قربانی دینے کے لیے پکارتا ہے، وہ محاذ دشمنوں کی یلغار کے لیے خالی پڑا نظر آتا ہے۔ ہمارا معاشرہ سماجی برائیوں سے پر ہے۔ اعمال و اخلاق برباد ہیں۔ معاملات و معاہدات میں فریب ہے۔ سود، قمار بازی، شراب، خنزیر، بے حیائی، بدکاری ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر چھا گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ انبیا کے جائز وارث اور ملک و ملت کے نگہبانوں کو آج بھی اپنے سے نظریاتی اختلاف رکھنے والوں پر جتنا غصہ آتا ہے، اس سے آدھا بھی خدا کے ان باغیوں پر کیوں نہیں آتا؟ اور آپس کے نظریاتی اختلاف کے وقت جس جوش ایمانی کا اظہار ہوتا ہے، وہ ایمان کے اس اہم محاذ پر کیوں ظاہر نہیں ہوتا؟ ہمارا زور زبان اور زور قلم جس شان سے اپنے اختلافی مسائل میں جہاد کرتا ہے، اس کا کوئی حصہ سرحدوں اور اصول ایمانی پر ہونے والی یلغار کے مقابلے میں کیوں صرف نہیں ہوتا؟ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی کوششوں کے بالمقابل ہم سب بنیان مرصوص کیوں نہیں بن جاتے؟

آخر ہم اس پر غور کیوں نہیں کرتے کہ بعثت انبیا اور نزول قرآن کا وہ مقصد عظیم جس نے دنیا میں انقلاب برپا کیا اور جس نے غیروں کو اپنا بنایا، جس نے اولاد آدم کو بہیمیت سے نکال کر انسانیت سے سرفراز کیا، اور جس نے ساری دنیا کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا، کیا وہ صرف یہی مسائل تھے جن میں ہم الجھ کر رہ گئے ہیں؟ کیا دوسروں کو ہدایت پر لانے کا طریق اور پیغمبرانہ دعوت کا یہی عنوان تھا جو آج ہم نے اختیار کر رکھا ہے؟ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ "کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر اور اس کے نازل کیے ہوئے حق کی طرف جھک جائیں"۔

آخر وہ کون سا وقت آئے گا جب ہم اپنے نظریاتی اور نظامی مسائل سے ذرا آگے بڑھ کر اصول اسلام کی حفاظت اور بگڑے ہوئے معاشرہ کی اصلاح کو اپنا اصلی فرض سمجھیں گے؟ ملک میں [بے دینی اور بداخلاقی] کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی خبر لیں گے؟

اگر ہم نے یہ نہ کیا اور محشر میں ہمارے ماویٰ اور ملجا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ سوال فرمایا: میری شریعت اور میرے دین پر یہ حملے ہو رہے تھے۔ اسلام کے نام پر کفر پھیلایا جا رہا تھا۔ میری امت کو میرے دشمنوں کی امت بنانے کی کوشش مسلسل جاری تھی۔ قرآن و سنت کی کھلے طور پر تحریف کی جا رہی تھی، خدا اور رسول کی نافرمانی اعلانیہ کی جا رہی تھی۔ [اس وقت] تم مدعیان علم کہاں تھے، تم نے اس کے مقابلہ پر کتنی محنت اور قربانی پیش کی؟ کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستے پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگایا؟ آج ہمیں سوچ لینا چاہیے کہ ہمارا کیا جواب ہو گا!

راہ عمل

اس لیے ملت کا درد اور اسلام و ایمان کے اصول و مقاصد پر نظر رکھنے والے علما حضرات سے دردمندانہ گذارش یہ ہے کہ مقصد کی اہمیت اور نزاکت کو سامنے رکھ کر سب سے پہلے تو اپنے دلوں میں اس کا عہد کریں کہ اپنی علمی و عملی صلاحیت اور زبان و قلم کے زور کو زیادہ سے زیادہ اس محاذ پر لگائیں گے 'جس کی حفاظت کے لیے قرآن و حدیث آپ کو بلا رہے ہیں۔

۱۔ علما کرام اس بات کا عہد بھی کریں اور فیصلہ بھی 'کہ اس کام کے لیے اپنے موجودہ مشاغل میں سے زیادہ سے زیادہ اس محاذ پر لگائیں گے ' جس کی حفاظت کے لیے قرآن و حدیث آپ کو بلا رہے ہیں۔

۲۔ علما کرام 'اس بات کا عہد بھی کریں اور فیصلہ بھی 'کہ اس کام کے لیے اپنے موجودہ مشاغل میں سے زیادہ سے زیادہ وقت نکالیں گے۔

۳۔ آپس کے نظریاتی اور اجتہادی اختلاف کو صرف اپنے اپنے حلقہ درس اور تصنیف و تالیف اور فتوے تک محدود رکھیں گے۔ عوامی جلسوں' اخباروں' اشتہاروں' باہمی مناظروں اور جھگڑوں کے ذریعہ ان کو نہ اچھالیں گے 'ان حلقوں میں بھی پیغمبرانہ اصول دعوت و اصلاح کے تابع رہتے ہوئے دلخراش عنوان اور طعن و تشنیع استہزا و تمسخراور صحافیانہ فقرہ بازی سے گریز کریں گے۔

۴۔ معاشرہ میں پھیلی ہوئی بیماریوں کی اصلاح کے لیے دلنشیں عنوان اور مشفقانہ لب و لہجہ کے ساتھ کام شروع کر دیں گے۔

۵۔ الحاد و بے دینی اور تحریف قرآن و سنت کے مقابلہ کے لیے پیغمبرانہ اصول دعوت کے تحت حکیمانہ تدبیروں و مشفقانہ' ناصحانہ بیانوں اور دلنشیں دلائل کے ذریعہ مجادلہ بالتی ھی احسن کے ساتھ اپنے زور زبان اور زور قلم کو وقف کر دیں گے۔

میں جو کچھ کہہ گیا ہوں افسوس کہ نہ میرا منصب تھا نہ علما کرام کے سامنے مجھے ایسی جرات کرنا چاہیے تھی 'مگر دکھی دل کے کچھ کلمات ہیں جو زبان پر آ گئے۔ میرے محترم بزرگ مجھے معاف فرمائیں اور اگر ان باتوں میں کوئی مفید پہلو ہے تو وہ خود ان کا اپنا کام ہے اس کو اختیار فرمائیں۔ مجھے امید ہے کہ اگر علما اس طرف متوجہ ہو گئے اور کام شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ (یعنی اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمھاری مدد کرے گا) آنکھوں سے پورا ہوتا ہوا مشاہدہ کریں گے۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

© rasailojaraid.com